لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد ۵ نمبر ۲

بابت ماہ فروری | مطابق شعبان المعظم

فہرست مضامین

... حافظ عبدالرحیم مورخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۰ عیسوی کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

تلاش گم گشتگان

میرا لڑکا کہیں گم ہوگیا ہے۔ جس بھائی کو کہیں ملے۔ وہ راقم کو اطلاع دیں۔ لڑکے کا حلیہ یہ ہے۔

نام فضل شاہ عمر قریباً تیرہ سال۔ قد درمیانہ قوی جسم۔ رنگ سرخی مائل سفید۔ خوش خو۔ خوش فہم۔ تیز لسان۔ قرآن خواندہ۔

المشتہر

باقر علیشاہ ساکن موضع بھمبلہ۔ ڈاکخانہ ہاگ نگر تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب

معذرت چونکہ دفتر میں کام کثرت سے ہے۔ اس لئے بعض احباب کے خطوط کی تعمیل نہیں ہو سکی۔ انشاء اللہ تعالےٰ بہت جلد تعمیل کیجائیگی۔ امید ہے کہ احباب معاف فرمائینگے (مینجر)

آنکھیں بڑی نعمت ہیں ہم نے دو سرمہ نہایت محنت و سعی سے طیار کئے ہیں اور عام لوگوں سے نرخ میں بھی خاص رعایت رکھی ہے۔ تاکہ کم استطاعت احباب بھی اس کا فائدہ اٹھائیں لہذا عام طور پر اطلاع دیجاتی ہے کہ آپ ایک دفعہ ہمارے سرمہ کو بھی آزما دیں۔ انشاء اللہ مفید ہوگا (۱) سرمہ زعفرانی خصوصاً پانی۔ جرب گکروں کیلئے مفید ہے قیمت فی تولہ ۱۲؍ (۲) سرمہ زنگاری خصوصاً دھند جالا اور جرب میں مفید ہے قیمت فی تولہ عـہ؍

ملنے کا پتہ۔ احمد اللہ خاں اینڈ برادرز قادیان ضلع گورداسپور

رسیدات زر بابت ماہ جنوری ۱۹۱۰ء

نوٹ۔ بوجہ عدم گنجائش تمام رسیدات زر رسالہ ہذا میں درج نہیں ہو سکیں آئندہ نمبر میں انشاء اللہ تعالےٰ جن احباب کی رسیدات درج نہیں ہوئیں۔ درج کیجائینگی۔ والسلام (مینجر)

(دیکھو صفحہ ج ٹائیٹل پیج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹوریل نوٹ

خوفناک خونریزی

ملک کی حالت کچھ اس قسم کی ہو گئی ہے۔ کہ قریباً ہر دفعہ ہمیں کسی نہ کسی خطرناک واقعہ کے متعلق نوٹ دینا پڑتا ہے۔ حضور وائسرائے پر حملہ قتل نامک پٹیالہ سڈیشن کیس پر تو ہم کچھ لکھ ہی چکے ہیں۔ اب نئی واردات مولوی شمس العلم کا قتل ہے۔ جو کہ پولیس کلکتہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اور آپ کی ہی کوشش اور سعی کا نتیجہ تھا۔ کہ بہت سے بمب کے مجرم گرفتار کئے گئے تھے اور دو مقدموں کی تحقیقات میں آپ معروف تھے۔ کہ یہ واقعہ ہوا چنانچہ آپ ایک دن کلکتہ چیف کورٹ میں سے باہر آ رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے آکر آپ پر تپنچہ کا ایک وار کیا۔ اور پھر دوسرا جو ایسے کاری پڑے۔ کہ آپ وہیں فوت ہو گئے۔ قاتل بھاگ نکلا۔ مگر بڑی کوشش سے پکڑا گیا۔ جبکہ اس کے پاس پانچ نالی تپنچہ جسکی دو نالیاں ابھی بھری ہوئی تھیں۔ اور دو کارتوس اور ایک بمب کا گولہ نکلا۔ اُس نے چاہا کہ تعاقب کرنے والوں کا کام بمب کے گولہ سے تمام کر دے۔ مگر ناکام رہا اور آخر کار پکڑا گیا۔ اس وقت گورنمنٹ کے لئے کیسی مشکلات کا سامنا ہے۔ اور کیسی دقتیں در پیش ہیں۔ اگر سزا دی جائے۔ تو فوراً شور مچ جاتا ہے۔ کہ نادان بچے ہیں۔ ان سے خطا ہو جانی کچھ تعجب نہیں عفو زیادہ مناسب تھا۔ اور اگر گورنمنٹ چھوڑ دے تو گویا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے۔ اور فتنوں کو برپا کرے۔

مگر افسوس اسبات کا ہے۔ کہ جس گورنمنٹ نے ہندوستان کو مصیبتوں سے اور دکھوں سے چھڑایا ہے۔ اور یہاں کے باشندوں کو وحشی سے انسان بنایا ہے۔ اور جاہلوں کو علوم وفنون میں طاق کر دیا ہے۔ اس سے اسقدر غداری اور نمک حرامی کس باعث سے ہے۔ کیا ایسے لوگوں پر کوئی بھی اعتبار کر سکتا ہے۔ فرض کرو کہ گورنمنٹ ہندوستان چھوڑ دے تو کیا یہ لوگ امن سے کام کرینگے۔ ہرگز نہیں! ایک دوسرے کو ہی قتل کرینگے۔ اور بجائے امن کے فساد کے بانی ہونگے۔ جن کے دل بیگناہوں کے خون بہانے سے نہیں کانپتے۔ اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے نہیں لرزتے۔ کیا ایسے خونی انسان اعتبار کے قابل ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں کیلئے خطرہ

اس موقعہ پر ہمیں مجبوراً اسبات کی نسبت بھی کچھ لکھنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو آنے والے خطروں سے آگاہ کریں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اسوقت تک مسلمان ان فسادات میں حصہ لینے سے باز رہے ہیں۔ چنانچہ جسقدر واقعات اب کے متعلق ہوئے ہیں۔ اُن سب میں کوئی مسلمان ملزم نہیں قرار دیا گیا۔ مگر پھر بھی یہ وقت بڑی احتیاط کا ہے۔ شریر آدمی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ہلاک کرنا چاہتا ہے اس وقت مجرمین اور فسادی لوگ ضرور مسلمانوں کو بھی شریک کرنیکی کوشش کرینگے اور اگر اور کچھ نہیں۔ تو انکو اپنے ساتھ ملوث کرنیکی سعی تو ضرور کرینگے۔ تاکہ گورنمنٹ کے دلمیں کسیطرح بیٹھ جائے۔ کہ مسلمان بھی باغیانہ بیحیائی پر اتر آئے ہیں چنانچہ اسکی ایک صاف مثال یہ ہے۔ کہ مولوی شمس العالم کا قاتل بنگالی قتل کے وقت ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھا جسکا صاف مطلب یہ تھا۔ کہ وہ مسلمان معلوم ہو۔ اور اگر خدا نخواستہ کہیں وہ بچ جاتا اور پکڑا نجاتا تو پھر نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ گورنمنٹ اُدھر بدظن

ہوتی ۔ اور ہندو اخبار پنجاب سے کلکتہ تک اور دہلی سے بمبئی تک شور مچا دیتے ۔ کہ مسلمان بھی اسمیں شریک ہیں چنانچہ مولوی شمس العالم کا مارنیوالا ایک مسلمان ہی تھا مگر خدا کا شکر ہے ۔ کہ وہ پکڑا گیا ورنہ مسلمان سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ۔ اس لئے جب ہمارے مخلص ہموطن ان کمینہ باتوں پر اُتر آئے ۔ اور ہندو آبادی کے ایک امن پسند حصہ کے بدنام کرنیکے علاوہ غریب مسلمانوں کو بھی تباہ کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں تو ہمارے لئے خاص احتیاط کی ضرورت ہے ۔ اس لئے میں عام مسلمانوں کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ وہ خاص طور سے ایسے لوگوں سے بچیں اور فتنہ انگیز اخباروں کی خریداری ترک کریں ۔ اور جہانتک ممکن ہو گورنمنٹ کی عملی رنگ میں مدد کریں ۔ اور میرے احمدی احباب اس بات کو یاد رکھیں ۔ کہ شرائط بیعت میں گورنمنٹ کی وفاداری کی بھی ایک شرط ہے ۔ پس اگر وہ کسی رنگ میں بھی اس شرط کو توڑینگے تو گو دنیا پر نہ ہو ۔ مگر آسمان پر خدا کے حضور ان کا نام احمدیوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائیگا +

پریس بل | سبب کے واقعات اور اخباری سخت تحریروں سے مجبور ہو کر گورنمنٹ نے ایک پریس بل پاس کیا ہے ۔ جس سے آئیندہ بہت کچھ امن کی امید کی جاسکتی ہے ۔ اس قاعدہ کے رو سے لوکل آفیسرز کو اجازت دیگئی ہے ۔ کہ وہ مفسدہ پرداز اخبارات کو بند کر دیں ۔ اور اُن کے پریس کو ضبط کر لیں ۔ خدا کرے اس قسم کے اخبارات اس قانون سے ہی نصیحت پکڑیں ۔

خدا کی باتیں | خدا کی باتیں پوری ہوئے بغیر کبھی نہیں رہتیں حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں بڑے زور سے زلزلوں وباؤں اور طوفانوں کی پیشگوئیاں شائع کی ہیں ۔ اور اس دن سے یہ نیوں

تباہیاں دنیا پر اس زور سے آرہی ہیں۔ کہ الامان نادان لوگ کہتے ہیں کہ پہلے بھی تو بلائیں آتی تھیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس پیشگوئی سے پہلے کیا آپ مختلف ممالک میں اسطرح پے در پے تباہیاں دکھا سکتے ہیں۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ ہرگز نہیں۔ پس خدائی باتوں کا بے فائدہ اور بلا سبب انکار بہتر نہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ کہ لوگ باز آئیں ورنہ خدا عذاب بھیجنے یا رحمت کرنے سے تھکتا نہیں۔ اگر لوگ شرارت سے باز نہیں آئینگے۔ اور مامور من اللہ کا انکار کئے چلے جائینگے۔ تو یاد رہے کہ عذاب الٰہی بھی آتے ہی چلے جائینگے۔ موجودہ عذاب پیرس کا طوفان ہے۔ جو کہ دریائے سین کی طغیانی سے واقعہ میں آیا ہے۔ آس پاس کے علاقہ تو الگ رہے خود پیرس میں ساٹھ کروڑ روپیہ کے نقصان کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ ہزاروں ہزار مکانات دریا برد ہو گئے۔ سر بفلک عمارتیں سربسجود ہو گئیں۔ بیسیوں تاریخی عمارتیں برباد ہو گئیں۔ لاکھوں انسانوں نے فاقہ کشی کی مصیبت کاٹی اور ایک تعداد تو جان تک دے بیٹھی۔ یہ پیرس وہی ہے کہ جس کی تباہی کی طرف حضرت اقدس نے اپنی کتب میں بارہا اشارہ کیا ہے کیا اب بھی عذاب الٰہی کے نزول میں کچھ شک ہے۔ شائد اگلی اشاعت میں ہم پیرس کی تباہی پر کچھ اور وضاحت سے لکھ سکیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

توحید قرآنی و کعبہ اسلامی

نیز

وحدت وجودی آر و دیانند سوامی

منشی محمد ظہیر الدین صاحب مصنف ردچکڑالوی اور سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم نے ایک مضمون رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے بھیجا ہے۔ چونکہ مضمون بہت لمبا ہے۔ اور رسالہ تشحیذ الاذہان کے مضامین کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے مضمون شائع ہوا کریں۔ اور جو لمبے مضامین ہوں انکو سلسلہ وار شائع کیا جایا کرے۔ اس لئے مضمون مذکور کو انشاء اللہ تعالےٰ دو حصوں میں شائع کیا جاویگا۔ جسکا پہلا حصہ ہدیہ ناظرین ہو۔ (ایڈیٹر)

توحید کا مسئلہ ایک نہایت ہی پاک صاف اور انسانی فطرت کے مطابق مسئلہ ہے۔ اور اہل اسلام کو دیگر تمام مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ جب سے نسل انسانی کا آغاز ہوا۔ اور جہاں تک تاریخ شہادت دے سکتی ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام رشی منی تمام راستباز تمام انبیاء و رہنما غرض وہ سب لوگ جنکو دنیا میں نہایت عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ اور جن کے صحیح صحیح اخلاق عادات اور حالات معلوم کرنے سے ہستی باری تعالےٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ وہ سب کے سب سچے دل سے توحید کے

قائل تھے۔ اور ایسے کامل درجہ کے موحد تھے۔ کہ اللہ احد کی ذات یا صفات میں کسی اور شئے کو کسی رنگ میں شریک گرداننا کفر عظیم اور سب سے ناپاک اور گندہ عقیدہ اور تمام برائیوں سے بدترین بُرائی خیال کرتے تھے۔

توحید کا عقیدہ وہ بابرکت عقیدہ ہے جس کی تلقین اور تبلیغ کرنا تمام رسولوں کی بعثت کا اصل منشاء تھا۔ اور یہی وہ پاک تعلیم ہے۔ جس کو پہچاننے اور سمجھانے کی خاطر تمام انبیاء تشریف لائے۔ اور جب کبھی توحید کے مسئلہ میں غلط فہمی پھیل جانے کے باعث دنیا میں گمراہی بے دینی اور طرح طرح کے فسق و فجور کا دور دورہ شروع ہوجاتا ہے۔ تو اللہ احد مصلحت وقت اور ضرورت زمانہ کے مطابق ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ جو توحید کے خیالات پھیلانے میں نہایت ہی کار آمد اور مفید ہوتے ہیں۔ اور نیز طرح طرح کے بھیانک نظارے مثلاً زلزلوں کے دھکے طاعون کے حملے موتا موتی کے عبرتناک نظارے وباؤں سیلابوں اور قحطوں کی تباہیاں یہ سب کے سب مجموعی طور پر مل کر جہاں ایک انسان کو جو کہنے بناتے اور ایک قادر ہستی کی طرف رجوع دلاتے ہیں۔ وہاں دوسری طرف مولا کریم ایک ایسا انسان بھی مبعوث کر دیتا ہے۔ جسکو ان واقعات عظیمہ کی قبل از وقوع خبر دیجاتی ہے۔ اور جو مخلوق الہی کو بحیثیت اللہ تعالےٰ کا رسول ہونیکے ان کی بدکرتوتوں اور بدکرداریوں سے منع کرتا۔ اور پاک تبدیلی پیدا کر کے نیکی ہدایت دیتا ہے۔ ایسے پاک انسان کے اخلاق اور عادات لوگوں کے لئے بطور حجت کے ہوتے ہیں۔ اور اس کی پاک زندگی اور نیک نمونہ مخلوق الہی کو ملزم گرداننے کے لئے کافی گواہ ہوتے ہیں۔ وہ پاک انسان نہایت جرائت سے تمام دنیا کے سامنے اپنی راستبازانہ زندگی

کو بطور نمونہ کے پیش کرتا ہے۔ اور درگاہ باری تعالےٰ میں منظور نظر ہونے کے سارٹیفکیٹ رکھنے کے باعث دنیا کو اپنی اطاعت اور اتباع کے لئے تبلیغ اور تلقین کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی مدد اور نصرت روز روشن کی طرح اسکے شامل حال ہوتی ہے۔ اور لاجواب دلائل اور پاک مسائل کا ذخیرہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ پاک انسان باوجود دبشریت کے تمام لوازم رکھنے کے بڑی جرأت سے دنیا کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور جو تعلیم وہ پیش کرتا ہے۔ وہ صرف لفاظی نہیں ہوتی بلکہ مصائب کے پہاڑوں میں اسکی اپنی معجزانہ استقامت معجزانہ دعوت اس کے معجزانہ افعال اور اقوال سب کے سب مل کر اس ہستی پر زندہ گواہ ہوتے ہیں جس کی طرف سے مبعوث ہونے کا وہ دعوےٰ کرتا ہے۔ اور جس کی طرف رجوع ہونے کے لئے وہ مخلوق الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ اور جو تعلیم پیش کرتا ہے۔ اسپر بہمہ وجوہ عامل بن کر لوگوں کے لئے وہ بطور حجت کے ہوتا ہے۔ اور آسمانی نشانات اور تائیدات الٰہیہ اس کی سچائی کے گواہ ہوتے ہیں۔

ایسے انسان دنیا میں ایک دو نہیں۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں پیدا ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ ایسے لوگوں میں سے ہی کسی ایک کو یا بعض کو اپنے احکام پہنچانے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح ناصری کی نسبت قرآن شریف میں لکھا ہے۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ یعنی وہ دنیا اور اپنے زمانہ کے مقرب لوگوں میں سے تھا۔ مگر بایں ہمہ رسالت کا منصب اسی کو عطا کیا گیا۔ الغرض ایسے لوگ چونکہ بشر ہی ہوتے ہیں۔ کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ دکھ سکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور نیز سنت اللہ کے مطابق زمانہ کا اثر ان پر ہوتا ہے۔ خوشیوں

اور غمیوں کا دور ان پر چلتا ہے۔ ایک وقت اگر ان پر بچپن کا ہوتا ہے۔ تو دوسرا جوانی کا اور اس پر بڑھاپے کا عالم ان کی بشریت اور کمزوری کو خوب ہی طشت از بام کرتا ہے۔ اس لئے ان بزرگ انسانوں اور پاک وجودوں کو بھی اس دو رنگی دنیا میں ہمیشہ رہنا نصیب نہیں ہوتا۔ باوجودیکہ ان کا وجود دنیا کے لئے رحمت ہوتا ہے۔ اور توحید کے لئے وہ بطور معجزہ کے ہوتے ہیں۔ خدا کی ہستی کا زندہ چہرہ ان میں نظر آتا ہے۔ خدا کے سچے عابد اور پرستار اور سچے موحد وہی پاک لوگ ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے لئے سب سے زیادہ نافع اور مفید ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ ان تمام قوانین میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو خالق نے اپنی مخلوق کے لئے بنائے ہیں۔ گو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ان سے کلام کرتا ہے۔ گو انہیں پاک وجودوں کی راست بازی کا قائل ہو کر انہیں کے بتائے ہوئے الفاظ کو کلام الٰہی کہا جاتا ہے۔ گو خدا تعالےٰ کے آسمانی اور زمینی آیات ان کی سچائی پر شہادت دیتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ وہ انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور ایک ذرا اس سے زیادہ نہیں ہوتے۔ مسلمان لوگ ایسے بزرگوں کی اپنے ماں باپ اور جان و مال سے زیادہ عزت کرتے ہیں۔ اور ہر ایک درجہ کی تعظیم جو کسی انسان کی کرنی چاہیے۔ وہ نہایت خلوص سے بجا لاتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کو خدا تعالےٰ کی خدائی میں کسی طرح کا دخیل یا شریک خیال کرنا خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَۃ سمجھتے ہیں۔

معزز ناظرین۔ مسلمانوں کے پاس توحید ایک ایسی چیز ہے۔ جسکو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں خصوصیت کے ساتھ نہایت فخر سے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ کہ فی زمانہ گو [illegible] دینی نے کچھ ایسا روپ بدل رکھا ہے۔ کہ بڑے بڑے عقلمند دھوکا کھا جاتے ہیں۔ کتنے افسوس

کی بات ہے۔ کہ وہ پاک کتاب جس نے عرب جیسی بت پرستی کی معدن میں خدائے واحد کی پرستش کا ڈنکا بجا دیا۔ آج اسی سے وحدت وجود کا مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور وہ مطہر اور مرفوع کلام جس کے ہر فقرہ میں توحید الٰہی کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔ آج علانیہ پلیٹ فارموں پر کھڑے ہو کر اسی سے بت پرستی کی تعلیم نکالی جاتی ہے۔ باوجود اسکے کہ وحدت وجود کا مسئلہ پیش کر کے حلت و حرمت میں جو امتیاز ہے۔ اس کے اڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور باپ بیٹے ماں اور بیوی کو ایک ہی نظر سے دیکھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور استاد اور شاگرد کو حقیقتاً ایک ہی وجود خیال کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ زیادہ تر انہیں لوگوں کی پرستش ہو رہی ہے۔ جو ہمہ اوست کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اور انہیں لوگوں میں پیر پرستی کا زور اور قبر پرستی کا جوش ہے۔ جو وحدت وجود کے قائل ہیں۔

چند دن ہوئے۔ میرے ایک واقف کار نے مجھ سے بیان کیا کہ اسے سینتا رکھ پر کاش پڑھنے سے کعبہ کیطرف منہ کر کے نماز پڑھنے پر کچھ عرصے سے اندر ہی اندر اعتراض کھٹکتا رہتا ہے۔ اور نیز اس نے بیان کیا کہ ایک وقعہ اس نے ایک مسلمان پیر سے اس بارہ میں سوال کیا۔ کہ مسلمان لوگ جو نماز پڑھتے وقت کعبہ کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔ کیا یہ بت پرستی نہیں؟ تو اس پیر نے نہایت تحمل سے اسے جواب دیا۔ کہ دیکھو بیٹا! بت پرست تو وہ ہوتے ہیں۔ جو خدا کے سوائے کچھ اور بھی مانے بیٹھے ہوں۔ ہم لوگ تو موحد ہیں۔ اور سچی اور حقیقی توحید کے قائل ہیں۔ سوائے خدا کے کسی اور کو نہیں مانتے۔ جس طرف دیکھیں خدا ہی خدا ہے۔ قرآن میں بھی صاف لکھا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر کر کے میرا دوست مجھ سے جواب کا خواستگار ہوا۔ جو جواب اپنی سمجھ کے مطابق میں نے اُسے دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کسیقدر ازدیادی کے ساتھ یہاں درج کر دوں شاید کسی کو نفع پہنچے۔ ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند جی کی دوسرے مذاہب اور خصوصیت سے اسلام پر بیجا حملے کرنے میں وہ بے نظیر تصنیف ہے۔ جو ان کے اخلاق عادات اور خیالات معلوم کرنے کے لئے بطور آئینہ کے کام دیتی ہے۔ اس کا مستند اردو ترجمہ آریہ صاحبان کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں چودہ فصلیں ہیں۔ اور آخری سملاس (جس کا جواب وقتاً فوقتاً انشاءاللہ میں اسی رسالہ میں ناظرین کے سامنے پیش کرتا رہونگا) میں مسلمانوں کے مذہب کی تحقیق کرنے کا دعوے بلا دلیل کیا ہے۔ اور قرآن شریف پر ۱۵۹ اعتراض کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۶۸۲ پر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو بڑی بت پرستی کہا گیا ہے۔ اور نیز مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ کہ جن کو تم بت پرست سمجھتے ہو۔ وہ بھی ان بتوں کو خدا نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے سامنے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر تم بت شکن ہو۔ تو تم نے بڑے بت یعنی اس مسجد قبلہ کو کیوں نہ توڑا۔" پھر صفحہ ۷۱۲ پر لکھا ہے کہ بتوں سے مسجد بڑا بت ہے۔ اس لئے خدا اور مسلمان بڑے بت پرست اور پُرانی اور جینی چھوٹے بت پرست ہیں۔"

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے پر جو اعتراض ہے۔ وہ میں نے دیانندی لہجہ میں اوپر درج کر دیا ہے۔ جس بے باکی اور منہ زوری سے سوامی جی نے اسلام پر حملہ کیا ہے۔ اس پر حاشیہ چڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ بالکل صحیح واقعہ ہے۔ کہ سوامی جی اردو سے بالکل ناواقف تھے۔ اور نہ ہی عربی سے انہیں کچھ مس تہا۔ کسی بے علم حق کے دشمن نے جیسا ترجمہ

کسی قرآنی آیت کا لکھ دیا۔ اسی کو مدنظر رکھ کر سوامی جی نے اعتراض کر دیا ہے
گو سوامی صاحب نے تہذیب کو بالکل خیرباد کہہ کر نہایت ہی گندے
پیرایہ میں اسلام پر زبان کھولی ہے۔ اور اپنے ہم خیالوں کے لئے ایک نہایت
ہی بُرا نمونہ چھوڑا ہے۔ مگر ہم ان کی نسبت پھر بھی یہی لکھیں گے۔ کہ سوامی
صاحب فطرتاً اپنی ذات میں ایسا دل اور دماغ رکھتے تھے۔ کہ اگر ان کو کسی
بزرگ مسلمان یا ہمارے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے
یا شانتی کے ساتھ گفتگو سننے کا کچھ عرصہ تک موقع مل جاتا تو وہ ضرور فائدہ
اٹھاتے اور اپنی جلد بازی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے۔ ان کے اعتراضوں سے
جو اسلام پر انہوں نے کئے ہیں مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک احمدی
مسلمان کے مقابلہ میں انہیں اعتراضوں کو لے کر کھڑے ہونا ایک آریہ مہاشہ
کے لئے موت کا پیالہ پینے سے زیادہ کٹھن ہے۔ سوامی جی کی تحریر سے
مجھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بت پرستی سے انہیں سخت نفرت تھی۔ اور
۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی مذمت کرنا۔ اور ایک پرمیشور کا منوانا ان کا ذاتی منشاء
تھا۔ یہ اور بات ہے۔ کہ موید من اللہ نہ ہونے اور صحبت صادقین سے
محروم رہنے کے باعث سوامی جی اخیر عمر تک نہ ہی تو خود کسی سچے اصول
پر کاربند ہو سکے۔ اور نہ ہی اوروں کو حقیقی توحید کا پانی پلا سکے اور بجائے اس کے
کہ توحید میں ترقی کرتے ناستک مت کے قریب ہوتے گئے۔ لیکن تاہم
بھی ان کی طبیعت کا میلان فطرتی طور پر توحید کی طرف زیادہ تھا۔ اور پچھلی
امتوں پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی مامور من اللہ کے آنے
سے پہلے خداتعالےٰ کی بے انتہا مصلحتوں کے ماتحت گمراہ اور چاہ ضلالت
میں پڑی ہوئی قوموں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنی اپنی قوم میں

عام فطری مسائل کو ایک حد تک صاف کر جاتے ہیں۔ اسیطرح ہم دیکھتے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب نے توحید کے مسئلہ پر جو ہر ایک کی فطرت میں مرکوز ہے۔ اپنی قوم میں خاصی تبلیغ کی۔ اور گو بتوں کو چھوڑاتے ہوئے۔ روح و مادہ کو خدا کا شریک بنا گئے۔ مگر پھر بھی ہندوؤں کے دلوں سے عقیدہ بت پرستی کو نکالکر جو صدیوں سے انمیں رائج تھا توحید کی طرف قدم مارنیکی ایک استعداد پیدا کر دی اور اسطرح بے علمی ہی میں خدا کے امور کے لئے راستہ صاف کر گئے۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ جسقدر بت پرست اور مورتی پوجا والے فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے اعتقادات اور خیالات کا سرچشمہ ویدوں کو ہی تبلاتے ہیں۔ اور آریہ صاحبان روئے زمین پر کوئی ایک قوم یا کسی ایک ملک کے باشندے ایسے ہرگز ثابت نہیں کر سکینگے جن کا دعوے رہا ہو۔ کہ ہم ویدوں کو مان کر توحید کے قائل ہوئے ہیں۔ اور مورتی پوجا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سینکڑوں ہزاروں برس آج سے پیشتر جہاں تک انسانی دماغ پتہ چلا سکتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ویدوں میں سوائے بتپرستی کے اور کچھ نہیں۔ لیکن سوامی دیانند جی نے کیسا مردانگی اور بہادری کا کام کیا ہے۔ کہ ویدوں سے مورتی پوجا اور بت پرستی کی بجائے توحید کو ثابت کیا۔ اور تمام شاستروں تمام پرانوں کو محض جعلی اور بے سروپا فضول روایات کا ذخیرہ کہہ کر یکدم ایسی کتابوں کو چھوڑ دینے کا اپدیش دیا ہے۔

گو یہ صحیح ہے۔ کہ بنارسی پنڈتوں اور اعلے درجہ کے سنسکرت دانوں کے مقابلہ میں سوامی جی کی باتیں کوئی وقعت اور مرتبہ نہیں رکھتیں لیکن احمدی لوگ انہی کی داد دیا کرتے ہیں۔ جو توحید کا حامی اور مددگار رہے ہے۔

کیونکہ توحید کی طرف قدم اٹھانا گویا اسلام کے قریب آتے جانا ہے۔ گو سوامی صاحب کی نسبت افسوس کے ساتھ ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ الٰہی علوم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے توحید منوانے منواتے آپ اور بھی شرک میں جا پڑے۔ مگر پھر بھی بت شکنی ایک اچھی خدمت ہے۔ جو آپنے کی۔ چونکہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک قوم اور فرقہ میں خداتعالےٰ کی طرف سے ہادی آتے رہے۔ اور ہر ایک گروہ میں کوئی نہ کوئی رسول ہوا۔ جیسے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ سے ثابت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ سب توحید کی تعلیم دیتے اور اسی پر کاربند ہونیکی ہدایت کرتے تھے جیسے لکھا ہے۔ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۳؎ یعنی جو لوگ اہل کتاب ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ ان سب کو یہ مشترکہ تعلیم دی جاتی رہی ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی اور کی پرستش نہ کریں۔ اور خدا کی ذات اور صفات میں کسی اور چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور سوائے خدا کے ہم میں سے کوئی کسیکو اپنا پرورش کنندہ اور ادنٰے سے اعلےٰ بنانے والا خیال نہ کرے۔ اس لئے قرآن مجید کی اس ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے دل چاہتا ہے۔ کہ سوامی دیانند جی کا یہ لکھنا کہ ویدوں میں ایک خدا کی تعلیم ہے صحیح ہو۔ جب کہ ویدوں کی دنیا میں اسقدر عزت ہے۔ اور ساتھ ہی بقول دیانند جی اس میں وحدانیت کی تعلیم بھی موجود ہے۔ تو ہم بائیبل یا ابراہیمی صحیفوں کی طرح ویدوں کو بھی صحف اولیٰ میں شمار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم نے مانا کہ ویدوں میں بت پرستی اور شرک کی تعلیم بھی موجود ہے اور وہ سب پنڈت اور برہمن جو مختلف زمانوں میں پیدا ہوتے رہے ہیں سب کے سب بکلی جھوٹے نہیں ہیں۔ لیکن ایک احمدی مسلمان یہ کہنے کا حق

رکھتا ہے۔ کہ جیسے عہد عتیق اور جدید میں تحریف ہو گئی۔ اور اصلی تعلیم کے ساتھ
تفسیریں مل گئیں اور ابراہیمی صحیفوں کا نام و نشان مٹا یا گیا۔ ویسے ہی بت
پرستی اور دیگر گندے عقاید ویدوں میں بعد میں شامل کر دیئے گئے۔ اور
یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قرون اولے کی صحیح تاریخ نہ
ہونے کے باعث نہ ہی تو ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وید کس کس زمانہ میں
لکھے گئے۔ کون سے ان کے جلائے گئے۔ اور کون سی شاخیں گم
کی گئیں۔ لکھنے والے کون تھے۔ ان کا دعوےٰ کیا تھا۔ اور وہ کس مشرب کے
تھے۔ ان کے اعمال اخلاق اور عادات کیسے تھے۔ جو کچھ لکھا اسپر خود بھی
عمل کر کے دکھایا۔ یا کہ وہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ مثلاً وہ لوگ دنیا میں زندگی
کسطرح سے بسر کرتے تھے۔ کس کس خاندان میں انکی شادیاں ہوئیں۔
اور کن کن لوگوں سے ان کا واسطہ پڑا اور ان تعلقات کو انہوں نے کیسے نبھایا
یا باوجود باغیرت انسان ہونے اور شریف عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھنے
کے پھر بھی وہ محض اولاد کی خاطر ان پاک دامنوں کو غیر مردوں سے بیرج
ڈلوانے کی تلقین کرتے تھے۔ یا اسکو ایک بے حیائی کا کام سمجھکر قطعاً اس کے
متنفر تھے۔ یا یہ کہ آپ تو مجردانہ زندگی بسر کرنیکے سبب بالکل لاوارث اور مرد
عورت کے تعلقات سے ناواقف تھے۔ مگر دوں کو ہدایت دیتے تھے۔ کہ
بے اولاد مرنا بڑا جرم اور پاپ کا کام ہے۔ ایسے انسان کی مکتی نہیں ہوتی۔ جو
لاولد مرے اس لیئے اولاد کی خاطر اپنی پاک دامن عورتوں کو دوسرے
مردوں سے تعلقات قائم کرلینے کی اجازت دیا کرو۔ غرض موجودہ زمانہ میں
ویدوں میں جو تعلیم موجود ہے۔ وہ تحریف سے خالی کبھی نہیں مانی جاسکتی کیونکہ
جہانتک غور کیا جاوے۔ سابقہ زمانہ میں کوئی ایسی قوم نظر نہیں آتی جو موجودہ

تعلیم پر عمل کرنیوالی ہو۔ سو جس کتاب کے ساتھ کوئی عملی نمونہ نہ رہے۔ یقینی طور پر وہی کتاب محرف اور مبدل سمجھی جاسکتی ہے۔ اور جس کتاب میں عمدہ تعلیم کے ساتھ گندی تعلیم بھی موجود ہو ماننا پڑے گا۔ کہ اس میں کچھ نہ کچھ بعد میں بڑھایا گھٹایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا موجودہ انجیل میں یہ صاف طور پر مقولہ درج ہے۔ کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا۔ اور آدمیوں کو بھی سکھلائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ لیکن جو ان پر عمل کرے گا۔ اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ متی ۵ باب ۱۷-۱۹ اور پھر توریت میں صاف درج ہے۔

میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پہ یا پانی میں زمین کے نیچے ہے۔ مت بنا تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا۔ اور نہ ان کی عبادت کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔ خروج ۲۰ باب ۳-۵۔

دوسرے معبودوں کا نام تک نہ لے اور وہ تیرے منہ سے نہ سنا جائے خروج ۲۳ باب ۱۳۔ تو ان کے معبودوں کو سجدہ مت کر نہ انکی عبادت کر نہ ان کے کام سے کام کر بلکہ تو انہیں صاف ڈھادے۔ اور ان کے بتوں کو توڑ ڈال اور تم خداوند اپنے خدا کی بندگی کرو۔ خروج ۲۳ باب ۲۴-۲۵

خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے

جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ۔ استثنا ۶/۴-۵
سو تو خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ اور اس کی امانت کی اور حقوق اور شریعتوں
اور احکام کی ہمیشہ محافظت کر۔ استثنا ۱۱/۱

تم آپ سے خبردار ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل فریب کھا جاویں۔ اور تم پھر
جاؤ اور غیر معبودوں کی بندگی کرو۔ اور انہیں سجدہ کرو۔ استثناء ۱۱/۱۶ و ۱۷
اور لعنت جب کہ خداوند اپنے خدا کی فرمانبرداری نہ کرو۔ اور اس راہ سے
جسکی بابت آج میں تمہیں فرماتا ہوں۔ پھر کے غیر معبودوں کی پیروی کرو
استثنا۔ ۱۱/۲۶-۲۸

اب دیکھو ایسے ایسے صاف اور بین احکام کے موجود ہوتے ہوئے بھی
عیسائی لوگ تثلیث کا ورد پکاتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی قدیمی متفقہ
تعلیم سے منہ موڑتے ہیں۔ اور سب کے خلاف ڈیڑھ اینٹ کا جدا گرجا بنانا باعث
نجات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خود موجودہ اناجیل ہی اگرچہ وہ بقول حضرت عیسیٰ اور نیز
موحد یان و عیسائیاں شریعت کی کتابیں نہیں اور نہ ہی وہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں
لکھی گئی ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور حضرت مسیح کی رسالت پر گواہی دیتی ہیں۔ جیسے کہ
یوحنا ۱۷/۳ میں لکھا ہے اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق کو اور
یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے
عیسائی لوگ وحدانیت سے کوسوں دور ہیں۔ اور نادانوں کے لئے ہر وقت باپ
بیٹے اور روح القدس کی ایک غلط پیرایہ میں ایسی زہر آلودہ معجون تیار کرتے
رہتے ہیں جس نے دنیا سے روحانیت کا ستیاناس کر دیا۔ اور نادانی سے
انہیں معنوں میں یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا منوانا چاہتے ہیں جن معنوں میں کہ
وہ مریم صدیقہ یا ایک پہلو سے یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ اور اگر ایسا نہیں جیسے

کہ بعض موجودہ عیسائیوں کے مضامین سے نظر آرہا ہے۔ تو پھر کتاب مقدس کی اصطلاح کے مطابق خدا کے سب نبی خدا کے بیٹے ہیں۔یسوع مسیح میں ایک ذرہ زیادتی نہیں۔ دیکھو انجیل میں صاف لکھا ہے۔

مبارک وہ ہیں جو صلح کراتے ہیں۔کیوں کہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے متی ۵۔ آدم خدا کا بیٹا تھا۔ لوقا ۳۔

خدا کے بیٹے آدمیوں کی بیٹیوں کے پاس گئے۔ توان سے لڑکے پیدا ہوئے۔ پیدائش ۶۔

اسرائیل خدا کا بیٹا بلکہ پلوٹھا ہے۔ خروج ۴۔

اصل بات یہہ ہے۔ کہ جب وہ پاک وجود خدا کے احکام پہچاننے کے لئے خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ اپنا کام پورا کر کے اپنے بھیجنے والے کے پاس چلے جاتے ہیں۔ تو اسکے کچھ مدت بعد ان کے متعلق عام طور پر غلط فہمیاں ہونے لگتی ہیں۔ اور ان کی شان میں اس درجہ کا غلو ہونے لگتا ہے۔ جو انکی شان کے شایاں نہیں ہوتا۔ اور جو تعلیم وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ اس پر حاشیے چڑھنے لگتے ہیں۔ اور رسومات اور توہمات کے جال میں پھنسکر وہ تعلیم کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ویدوں میں بھی توحید کی تعلیم ہو اور صحف اولیٰ میں شامل ہونے والی خوبی رکھتے ہوں۔ مگر اس کے بعد آنیوالی نسلوں میں بہ سبب اس کے کہ کتابوں کی اشاعت کا کوئی عمدہ انتظام نہ تھا۔ اور اس زمانہ میں تحریر کا عدم وجود گویا برابر تھا۔ طرح طرح کی بت پرستیاں اور گندے عقاید داخل ہو گئے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وید مقدس تو ان گندے عقائد سے منزہ ہو۔ جو آریہ صاحبان اسکے ذمہ لگاتے ہیں۔ اور روح مادہ کی قدامت اواگون کے چکر مرد عورت کی مساوات والے

پھکڑ محض انہیں صاحبوں کی کارستانیاں اور بلند پردازیاں ہوں - اور یا یہ کہ چونکہ وید والی سنسکرت کا تمام روئے زمین پر سے نام و نشان مٹ گیا ہے. اس کی شرتیوں کے سمجھنے میں ہی غلطی کی گئی ہو - مثلاً ہم دیکھتے ہیں - کہ وید مقدس کی جس شرتی سے سوامی جی نے بہ سبب مجرد ہونیکے نیوگ جیسا انسانی غیرت اور حمیت کو پاش پاش کرنے والا مسئلہ ثابت کیا ہے - اور ایک نیوگن کو قابل نیوگ پرشوں سے بیرج ڈلوا کر دس عدد بچے بچیاں پیدا کر لینے تک اجازت دی ہے - اسی کے متعلق ایک لائق سناتن دھرمی اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر یوں لکھتا ہے - (" پیارے ناظرین یہ شرتی شادی کیوقت بطور دعا کے پڑہی جاتی ہے - معنی اس کے یہ ہیں - کہ اے اندر تو کنیا کو سو پتروں والی اور سو بھاگیہ دان کر - اس میں دش پتروں کو دھارن کر - اور پتی کو گیارہواں کر - یعنی یہ دش پتروں والی ہو - اور اس کا پتی جو کہ پتروں کو ملا کر شمار میں گیارہواں ہوتا ہے - وہ عمر دراز ہو - ایسا کون نالائق ہوگا - کہ جو حسب تحریر دیانند بوقت شادی اپنی لڑکی کو یہ کہے - کہ جب تیرا یہ خاوند مر جاوے یا بیمار ہو جاوے - تب تو دوسرا خاوند کرکے اس سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کر اور ان سے اولاد بڑھا - غرض شرتی مذکورہ میں ایسا کوئی بھی لفظ نہیں کہ جس کے معنی نیوگ اور گیارہ پتی کے ہوں ") اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے - (" دیانندیوں کی عورتوں کو سوامی جی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیئے - کیونکہ انہوں نے ان کے واسطے کامل آزادی کی ہدایت تحریر فرمائی ہے - مگر یاد رہے - کہ جسوقت آریوں میں اس ہدایت پر وقاحت پر عمل درآمد ہوگا - نتیجہ زناکاری روز افزوں برآمد ہوگا - شریفوں کی شرافت بالکل نیست و نابود ہو گی - حیا و شرم دنیا سے بالکل مفقود ہو گی - ایک کی عورت دوسرے کے پاس جائیگی - خاندان کی عزت خاک میں

ملائیگی۔ کوئی غیرت کے مارے زہر کھا کر مرے گا۔ کوئی بی بی کی گردن پر خنجر و شمشیر دہرے گا۔ کوئی گھر سے نکل جائیگا۔ تازیست منہ نہ دکھلائیگا۔ کوئی جیلخانہ میں پڑے گا۔ کوئی پھانسی پر چڑھیگا۔ کل یگ کا دورہ ہے۔ دیانند جی کی حق بیانی کا جاہلوں میں شہرہ ہے۔ جو کچھ ان کی تحریر ہے۔ اس کے کہنے سے شرم دامنگیر ہے۔ جس کا نام ستیارتھ پرکاش ہے۔ اس سے دہرم کا بالکل ستیا ناش ہے۔ دروغ و کذب سے مالا مال ہے یہی سوامی جی کا کمال ہے۔ جو کوئی اس پر یقین کرے گا۔ چاہ جہالت میں پڑیگا۔ دہرم کو کھوئیگا آخر کار روئیگا" مندرجہ بالا مضمون کو پڑھکر ماننا پڑتا ہے۔ کہ یا تو ویدوں میں اس حد تک تحریف ہو گئی ہے۔ کہ نیوگ جیسا مسئلہ بھی اس میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور ان پاک لوگوں کو جن کو اسلامی اصطلاح میں انبیاء رسل اور ان کے متبع کہا جاتا ہے۔ اور جو بہ سبب اعلٰے درجہ کے متقی اور نیک ہونے کے بڑے ہی باغیرت ہوتے ہیں۔ بے عزت ثابت کیا گیا ہے۔ اور اگر اس درجہ کی تحریف نہیں ہوئی۔ تو کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ دیانند جی نے بعض شرتیوں کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ بعض کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے۔ کہ سوامی جی نے وید کی بعض شرتیوں سے ایک غلط پیرایہ میں توحید کو بھی ثابت کیا ہے۔ جو انبیاء کی تعلیم کا اصل منشا ہے اور جس سے ہمیں اسبات کے مان لینے کی تحریک ہوتی ہے۔ کہ شائید وید مقدس کسی زمانہ میں کسی رشی منی پر خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہوں۔ چنانچہ سوامی جی بت پرستی کی ممانعت میں ویدوں سے لکھتے ہیں۔

جو سب دنیا میں موجود ہے۔ اس بے شکل پرمیشر کی تصویر یا بیمانا بہت یا بُت نہیں ہے ۔ صفحہ ۱۶۱م۔ جو آنکھ سے نہیں نظر آتا۔ اور جتنے سب

آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اسی کو تو پرمیشر جان اور اسی کی عبادت کر اور جو اس کے سوائے سورج بجلی اور آگ وغیرہ وغیرہ مدرک اشیاء ہیں ان کی عبادت مت کر ص ۴۱۶

جو کان سے نہیں سنا جاتا۔ اور جس سے کان سنتا ہے۔ اسی کو تو پرمیشر جان اور اسی کی عبادت کر اور اس کے سوائے آواز وغیرہ کی عبادت اسکی جگہ ہیں مت کر ص ۴۱۶

سنو بھائی بھولے لوگو۔ یہ پوپ جی تم کو ٹھگ کر اپنا مطلب نکالتے ہیں ویدوں میں پتھر وغیرہ بت پرستی اور پرمیشور کے بلانے رخصت کرنے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں ہے۔ ص ۴۱۴

یہ جو کچھ سوامی جی نے لکھا ہے۔ یہ ویدوں میں درحقیقت موجود بھی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق جب خدا تعالے مسلمانوں کو توفیق دیگا۔ وہ خود سنسکرت سیکھکر معلوم کرلیں گے۔ فی الحال اتنا کہدینا بے محل نہیں کہ سوامی جی اس پایہ کے آدمی نہیں تھے۔ اور ہرگز نہیں تھے۔ کہ ان کی کسی تحریر یا دیگر حوالجات کو عام طور پر صحیح مانا جا سکے۔ چنانچہ وہ اپنی اسی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جس کے ایک سوال کا جواب میں لکھ رہا ہوں۔ اہل اسلام پر وہ وہ افترا اور بہتان باندھتے ہیں۔ کہ جس شخص کو اسلامی عقائد سے کچھ بھی واقفیت ہوگی۔ وہ سوامی جی کو زیادہ میں کیا لکھوں امر واقعہ کے حد درجہ خلاف لکھنے والا شخص یقین کریگا۔ کیونکہ وہ محقق کہلا کر قرآن مجید اور بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

بھلا یہ بہشت ہے۔ یا طوائف خانہ۔ ص ۶۸۸

محمد صاحب کی نیت صاف نہیں تھی۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ محمد صاحب نے اپنی مطلب براری کے لئے قرآن بنایا۔ ص ۶۸۹

یہ سب فریب قرآنی کے مصنف کا ہے۔ ص۷۹۹

یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ کسی مکار فریبی کا بنایا ہوا ہوگا۔ ص۷۹۹

محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔ جب بیٹے کی جورو بھی گھر میں ڈالنے سے

پیغمبر صاحب نہ رک سکے۔ اوروں سے کیوں کر بچے ہونگے۔ ص۷۱۹

اور محمد صاحب کا چال چلن ان باتوں سے ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ جو کئی عورتوں کو رکھے وہ خدا کا عابد یا پیغمبر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اور جو ایک عورت کی طرفداری سے بے آبروئی کرے۔ اور دوسری کی عزت کرے۔ تو وہ طرفدار ہو کر گنہگار کیوں نہیں ہوگا۔ اور جو کئی عورتوں سے بھی سیری نہ پا کر کنیزکوں کے ساتھ پھنسے اس کے نزدیک شرم خوف اور دھرم کیوں کر پھٹک سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

کہ جو زانی آدمی ہیں۔ ان کو گناہ سے ڈر یا شرم نہیں ہوتی۔ ص۷۳۱

مندرجہ بالا بے جا بہتانوں اور اعتراضوں کو پڑھنے سے جو ہیں نے سوامی جی کے اندرونی خیالات ظاہر کرنے اور نیز یہ بتلانے کے لئے لکھے ہیں۔ کہ اُن کی بات کہاں تک سچائی کے قریب ہو سکتی ہے۔ اور ان کی زبان کا شرفاؤں کے نزدیک کہاں تک اعتبار ہو سکتا ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آجائیگا۔ کہ وہ بعض خوبیاں بھی جو سوامی جی نے ویدوں کی طرف منسوب کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مذہب اسلام سے بطور سرقہ کے لی گئی ہوں۔ اور ویدوں میں ان کا اشارہ تک بھی نہ ہو۔ اور ان بے جا اعتراضوں کی طرح جو انہوں نے اسلام پر کئے ہیں۔ وہ بناوٹی خوبیاں بھی محض انکی خانہ ساز تراشِ خراش ہو۔ ویدوں کو ان کی خبر تک بھی نہ ہو۔ اور اس قسم کی کارروائیاں ہمیشہ ایسے لوگوں سے ہی ظہور میں آیا کرتی ہیں۔ جو سوامی جی کی طرح کسی خاص اصول پر ٹھہرنا پسند نہ کرتے ہوں۔ چنانچہ اہل اسلام کی نسبت سوامی جی اس قسم کے دل خراش اور [illegible] والنے

والے فقرات لکھتے ہوئے بھی جو ہیں نے بطور نمونہ کے کیقدر اوپر درج کر دیئے ہیں یہ لکھنے سے باز نہیں رہ سکے۔کہ

"اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا۔اور اپنے ہی دھرم کو بڑا کہنا۔اور دوسرے کی مذمت کرنا جہالت کی بات ہے۔کیونکہ اصلی تعریف اسی کی ہے جس کی تعریف دوسرے عالم لوگ بھی کریں۔اپنے منہ سے اپنی تعریف تو چور بھی کرتے ہیں۔تو کیا وہ لائق تعریف ہو سکتے ہیں" صفحہ ۵

"جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے۔اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے" صفحہ ۶۹۷

اب سوامی جی کی اس تحریر سے جو انہوں نے نہایت زور سے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔ایک عقلمند انسان صرف نتیجہ نکال سکتا ہے۔کہ سوامی جی آخیر عمر تک ایک ڈانواں ڈول انسان کی طرح زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔اور کسی صحیح اصول پر کاربند نہ ہونیکے سبب اناپ شناپ۔غرض جو ان کی سمجھ میں آیا۔لکھتے لکھاتے رہے۔ایک طرف جب مجھے سوامی جی کی دماغی بناوٹ کا خیال آتا ہے۔اور دوسری طرف ان کی اس بے قرار اور پر از اضطراب مذہبی حالت کا نقشہ سامنے آتا ہے۔تو بے اختیار میرا دل گواہی دیتا ہے۔کہ اس فلاسفر اور بانی آریہ سماج کا وجود زبان حال سے پکار پکار کر فریاد کر رہا تھا کہ کوئی ربانی مصلح پیدا ہو۔جو آسمانی نشان اور تائیدات الٰہیہ اپنے ساتھ رکھتا ہو۔اور خدا کی ہستی کا زندہ ثبوت دے سکتا ہو۔چنانچہ سوامی جی کی قلبی حالت کا نقشہ کھینچنے کے لئے ان کے مندرجہ ذیل فقرات فوٹوگراف کا کام دیتے ہیں۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔"آجکل راستہ کیوں نہیں

دکھلاتا اور آدمیوں سے باتیں کیوں نہیں کرتا ص ۶۳ ۔

اگر کہو کہ موسیٰ کو خدا نے معجزے کرنے کی طاقت دی تھی۔ تو یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تھا۔ تو اب بھی ہوتا۔ اگر اب نہیں ہوتا۔ تو پہلے بھی نہیں ہوا تھا۔ اگر مُردوں کو خدا زندہ کرتا تھا۔ تو اب کیوں نہیں کرتا۔ ص ۶۷۷ اگر اس وقت معجزے تھے۔ تو اب کیوں نہیں ہوتے۔ چونکہ اس وقت نہیں ہوتے۔ اس لئے اس وقت بھی نہیں ہوتے تھے۔ ص ۶۷۹ بھلا جب آجکل خدا کے فرشتے اور خدا کسی سے باتیں کرنے کو نہیں آتا۔ تو پہلے کیوں کراتے ہوں گے ص ۶۸۹

پہلے خدا اپنے بندوں کے دشمنوں کو مارتا ڈبوتا تھا۔ اگر یہ بات سچی ہو۔ تو آجکل بھی ایسا کرے۔ چونکہ ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں ص ۶۸۷

مندرجہ بالا فقرات سے اگرچہ عقلمند یہ نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں۔ کہ سوامی جی آریہ مت سے سخت بیزار تھے کیونکہ اس مذہب میں بھی وہ دیکھتے تھے۔ کہ ابتدائے آفرینش میں ہزاروں کروڑوں لوگ جمائے گئے ہیں۔ تو ان کا ماں باپ کوئی نہ تھا۔ اور کسی مرد و عورت کے نطفہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ جوؤں مکھیوں وغیرہ کی طرح ایک وقت آنے پر بہت سے لوگ روئے زمین پر ادھر ادھر پھرنے لگ گئے تھے۔ وہ نہ صرف بے باپ تھے بلکہ اس سے بھی بہت بڑھکر یہ کہ ماں کا نام بھی نہیں جانتے تھے۔ نہ انہوں نے کسی رحم میں پرورش پائی۔ نہ خون حیض کھایا۔ نہ دودھ پینے کا وقت ان پر آیا۔

ڈاڑھی مونچھوں والے یا ان داڑھئے بہت سے مرد اور توالد تناسل کا

سلسلہ جاری رکھنے سے بہت سی عورتیں تعداد میں مردوں کے برابر یا کم زیادہ یہ آریہ صاحبان ہیں۔ اِدھر اُدھر تمام روئے ہیں پہ پھرتے نظر آتے تھے۔ ایسا عقیدہ او سوامی جی کا دماغ وہ تو ضرور اندر ہی اندر سوچتے ہونگے اور اسی طرز کے فقرات بنائے ہونگے۔ جو انہوں نے اہل اسلام کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ یعنی یہ کہ خدا کا انسانوں کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرنا۔ اور اس کے ساتھ ہی چارپایوں وغیرہ بھی اگر یہ بات سچی ہے۔ تو آجکل بھی خدا ایسا کرے۔ چونکہ ایسا نہیں کرتا اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔ ایسے ہی اور بھی کئی سوال سوامی جی کے دل میں اٹھتے ہونگے۔ مثلاً خدا ابتدا میں رشیوں سے کلام کرتا تھا۔ .... چنانچہ چار رشیوں کے ساتھ کیا کلام خدا نے اس کا نمونہ وید موجود ہیں۔ لیکن چونکہ خدا اب کسی سے کلام نہیں کرتا۔ اس لئے پہلے بھی نہیں کرتا تھا سو واضح ہو گیا۔ کہ رشیوں سے کلام کرنیوالی بات جھوٹی اور سوامی جی کی دلیل بڑی پکی۔ ایسے ہی اگر میں ایسی ہم کے سوالات کو طول دوں۔ تو نتیجہ وہی نکلے گا۔ کہ سوامی جی آریہ مذہب سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ اور جیسے کہ بعض لوگوں سے سننے میں آیا کرتا ہے وہ ناستک مت تھے۔ بھلا یہ بات کہ سنسکرت ہی پرمیشر کی بولی ہے۔ اور دوسری تمام بولیاں خدا کے بالمقابل حضرت انسان نے بنائی ہیں۔ اور پرمیشر محض سنسکرت ہی بولتا اور سنسکرت ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بولی میں خواہ اسکی حمد و ثنا کرو۔ خواہ اسکی نندیا کرو جانتا ہی نہیں۔ کہ کیا کہتے ہیں۔ کیا اس سے سوامی جی کے دل میں یہ سوال پیدا نہ ہوتا ہوگا۔ جیسے کہ ان سوالات سے ظاہر ہے۔ جو اہل اسلام پہ وہ کرتے ہیں۔ کہ ابتداء میں ایک ہی بولی تھی۔ اور وہ

سنسکرت تھی اور تمام روئے زمین پر بولی جاتی تھی۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو آج کل بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ ایسا نہیں اس لئے یہ تعلیم ماننے کے لائق نہیں۔ غرض کہاں تک طول دوں سوامی جی تو اپنی لہر میں آئے ہوئے۔ یہ بھی ضرور بول اٹھتے ہونگے کہ خدا نے سورج چاند اور دیگر اجرام فلکی پیدا کیئے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو چاہیئے کہ آج بھی پیدا کر کے دکھائے چونکہ ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔ سو واضح رہے۔ کہ سوامی جی کے وہ فقرات جو میں نے اوپر درج کئے ہیں۔ ان سے میری غرض خصوصیت سے یہ ہے۔ کہ آپ صاحبوں پر ظاہر کروں۔ کہ سوامی جی حقیقت میں خدا تعالےٰ کی ہستی کا پتہ لینے کے لئے اپنے اندر ایک تڑپ رکھتے تھے۔ چونکہ وہ فطرتاً بت پرستی سے نفرت رکھتے تھے۔ اور وحدانیت سے محبت رکھتے تھے .... اس لئے چاہتے تھے۔ کہ بت پرستی اور خدا پرستی میں کوئی صریح مابہ الامتیاز پیدا ہو جاوے۔ بھلا اگر خدا بھی بتوں کی طرح نہ تو کسی کے نفع اور نقصان کا اختیار رکھتا ہو۔ نہ بتوں کی طرح کسی پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہو۔ اور اگر فرض بھی کریں کہ شاید سنتا ہو مگر باوجود سننے کے جواب دینے سے عاجز ہو۔ اور باوجود اخلاص سے اس کو یاد کرنے کے بتوں کی طرح وہ ہماری اس حالت سے محض بے خبر ہو اور انسانوں کو ایسی خوبی کی قوت گویائی دے کر آپ بولنے سے عاجز ہو۔ بھلا ایسا خدا سوامی دیانند جی کے دل اور دماغ والے انسان کو کیا تسلی دے سکتا تھا کیونکہ ایسا خدا تو صرف ایک فرضی بت ہے۔ جو انسانی دماغ کا ایک نتیجہ ہے۔ اور ایسی وحدانیت بت پرستی سے کوئی اتنا زیادہ درجہ نہیں رکھتی۔ اور ایسے خدا کے پرستار حقیقی طور پر بت پرستی

سے بیزار نہیں ہوتے ۔ غرض یہ بات نہایت ہی اچھی ہے ۔ اور آب زر سے لکھنے کے لایق ہے ۔ کہ حقیقی وحدانیت وہی ہے ۔ جو انبیاء کی اطاعت سے وابستہ ہوتی ہے ۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

نوٹس بعض دوستوں نے یہ تجویز کی ہے ۔ کہ چونکہ ان احباب کو جو قادیاں میں رہتے ہیں ۔ بازار سے خوراک وغیرہ کی متعلقہ اشیاء عمدہ اور ارزاں نہیں مل سکتیں بلکہ بعض اوقات بعض اشیاء کا ملنا قریباً ناممکن ہوتا ہے ۔ اسلئے مشترک سرمائہ سے ایک دوکان کھولی جاوے جسکا نام احمدیہ سٹور ہوگا ۔

سرمایہ کے لئے ہر ایک حصہ دار سے ۵ روپے لئے جاویں تاکہ قادیاں کے غریب احمدی بھی اس سے فایدہ اٹھاسکیں ۔ لیکن چونکہ اس قسم کی تکالیف قادیاں میں رہنے والوں کو ہی اٹھانی پڑتی ہیں ۔ اور یہ دوکان انکے ہی فایدہ کے لئے ہوگی ۔ اس لئے بیرونی احباب میں سے کسی سے حصہ نہ لیا جاویگا ۔ اس دوکان کا کام بورڈ آف ڈائیرکٹرز کے ماتحت ہوگا ۔ فی الحال مندرجہ ذیل ڈائرکٹرز تجویز ہوئے ہیں ۔ ماسٹر ضیاء اللہ صاحب ۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب شیخ یعقوب علی صاحب ۔ ڈاکٹر عبد اللہ صاحب ۔ میاں احمد نور صاحب کابلی ۔ میاں شیر محمد صاحب دوکاندار اور خاکسار سکرٹری ۔

نوٹ ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے اپنے اخبار مورخہ ۱۷ ۔ فروری ۱۹۱۰ء میں "قادیاں میں بڑی ضرورتیں" کی سرخی کے ماتحت لکھتے ہوئے احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی (اس دوکان مذکورہ) کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے ۔ کہ اس کے متعلق صاحبزادہ محمود احمد صاحب سے خط و کتابت کیجاوے لہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے نام پر خط و کتابت کر کے انکو بیفائدہ تکلیف نہ دیجاوے بلکہ خاکسار کے نام خط و کتابت ہونی چاہیئے ۔

حافظ عبد الرحیم سکرٹری

تناسخ

میں نے گذشتہ سے پیوستہ پرچہ میں مجمل طور پر اسبات کا ذکر کیا گیا تھا کہ آریوں کا یہ دعویٰ کہ جیو آہستہ آہستہ پاک ہو کر نجات حاصل کر لیتا ہے۔ بالکل غلط اور بے دلیل ہے۔ اب میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کرنی چاہتا ہوں کیونکہ تناسخ کا تمام دار و مدار اسی ایک بات پر ہے۔

آریوں کی نجات آریوں کا اعتقاد ہے۔ کہ جس قدر مخلوقات سوائے ویدوں[1] کے ماننے والوں کے ہے۔ سب کی سب ہی کسی گذشتہ جنم کی بدعملیوں کی سزا میں گرفتار ہے۔ اور سزا کے لئے یہی عالم مقرر ہے۔ اور پھر جیو یعنی روح اس دنیا میں بار بار آ کر آہستہ آہستہ پاک ہو کر مکتی یعنی نجات کا منہ دیکھتی ہے۔ مگر جہاں تک عقل سلیم اور فکر صحیح ہمکو لے جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بالکل فضول اور لغو معلوم ہوتا ہے۔

سزا کی فلاسفی دنیا میں جس قدر ہم دیکھتے اور نظر دوڑاتے ہیں۔ تو ہم کو بھی نظر آتا ہے۔ کہ سزا دینے کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ آیندہ اصلاح ہو جاوے اصلاح پھر آگے مطلق ہے۔ اس شخص کی بھی جسکو سزا دیجاتی ہے۔ اور دیگر مخلوقات کی بھی۔ چنانچہ استاد لڑکے کو سبق نہ یاد کرنے پر مارتا ہے۔ تو اوسکی غرض بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ آیندہ لڑکا سدھر جاوے۔ اور سبق یاد کر کے لاوے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مدنظر ہوتا ہے۔ کہ کہیں باقی لڑکے بھی اس کے بد اثر سے متاثر ہو کر اپنی عمر کو ضائع نہ کر لیں۔ اسی طرح گورنمنٹ اپنے مجرموں کو سزا دیتی ہے۔ اسکی

---

[1] ویدوں کو ماننے والوں میں سے بھی ایک فرقہ یعنی آریہ سماج ہے۔ مگر یہاں ایک سوال قابل دریافت ہے۔ کہ آیا کونسا حصہ سماج کا نجات یافتہ یعنی اعلےٰ کرموں کی وجہ سے اعلیٰ جنم میں آیا ہوا ہے۔ کیونکہ سماج کے بھی تو دو حصے ہیں۔ ایک گھاس پارٹی اور ایک ماس پارٹی یعنی ایک وہ حصہ جو گوشت کو کھانا حلال سمجھتے ہیں۔ اور ایک وہ جو گوشت کو مطلق حرام سمجھتے ہیں۔

بھی یہی غرض ہوتی ہے۔ کہ آئندہ لوگ اسکو دیکھکر عبرت حاصل کریں۔ اور ایسے کاموں کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔ اور خود سزا یافتہ شخص بھی اپنی اصلاح کرے غرضیکہ جو سزا ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ وہ سب کی سب اسی قسم کی ہوتی ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض آدمیوں کو گورنمنٹ مقرر کردہ وقت سے پہلے ہی قید سے رہائی دے دیتی ہے۔ کیونکہ وہ دیکھ لیتی ہے۔ کہ اب یہ آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آئندہ کبھی ایسا جرم نہیں کریگا۔ جس میں کہ وہ پہلے مبتلا ہوا ہے۔ اور اسی واسطے بعض مجرموں کو زیادہ سزا دیتی ہے۔ اور بعض کو کم۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی حالت کو پہچان کر سمجھ لیتی ہے۔ کہ یہ جلدی تھوڑی سزا سے ہی اپنی اصلاح کر لیگا۔ اور یہ آدمی پہلے سے زیادہ اپنی سنوار کی فکر کریگا۔

مجرم کو سزا کی وجہ کا علم ہونا ضروری ہے

جب یہ بات ثابت ہے۔ کہ سزا دینے کا اصل مقصد اصلاح ہی ہوتا ہے۔ تو پھر ضروری ہے۔ کہ سزا یافتہ کو اس کے جرم اور قصور سے بھی مطلع کیا جاوے۔ کیونکہ جب تک اس کو اپنے جرم کا علم ہی نہیں۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ اس کی اصلاح کر سکے مگر آریوں کا اصول اس کے بالکل ہی برعکس ہے۔ یہ تو وہ مانتے ہیں۔ کہ تمام دنیا اپنے گذشتہ بداعمالیوں کی وجہ سے سزائیں بھگت رہی ہے۔ مگر یہ نہیں مانتے۔ کہ کسی کو بھی اس بات کی خبر ہو۔ کہ وہ کس جرم اور کس گناہ کی سزا میں گرفتار ہے۔ اگر سزا یافتہ کو علم نہیں دیا گیا تھا۔ تو کم از کم جسقدر جونیں ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اتنے ہی گناہوں کی ویدوں میں فہرست بھی ہوتی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہوتا کہ فلاں فلاں گناہ کے کرنے سے فلاں فلاں جنم میں روح جاتی ہے۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ نہ تو خود مجرم کو اس بات کا علم ہے۔ کہ میں کس گناہ کی سزا میں گرفتار ہوں۔ اور نہ ہی ویدوں میں کوئی اس

امر پہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اصلاح ہو تو کیونکر ہو۔ بیچارے مجرم عجیب مصیبت میں گرفتار ہیں۔ نہ تو وہ اس گناہ سے بچ سکتے ہیں۔ جسکی سزا میں وہ ہمیشہ جنم مرن میں پڑے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کو علم نہیں۔ اور نہ ہی وہ نجات کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ گناہ سے چھوٹیں تو نجات حاصل کریں۔ اس واسطے آریوں کا یہ کہنا۔ کہ تناسخ کے ذریعہ سے انسان گناہوں سے پاک ہو کر کچھ عرصہ تک مکتی حاصل کر لیتا ہے۔ بالکل ہی غلط ہے۔ اور پاک ہونیکے لئے اسی عالم میں بار بار آنا ایک بالکل لغو اور بیہودہ سلسلہ ہے جسکو یہ لوگ مجبوراً خدا تعالےٰ کو نعوذ باللہ روحوں اور مادہ کے پیدا کرنے سے عاجز سمجھ کر مان رہے ہیں۔

گناہوں سے پاک ہونیکے لئے اور ان سے بکلی چھٹکارا حاصل کرنیکے لئے ضروری ہے۔ کہ ان گناہوں کا مجرم کو علم ہو۔ اور اس کے بعد وہ سزا اٹھاوے کیونکہ اگر وہ بے سزا چھوڑا جاوے۔ تو پھر وہ اور بھی دلیر ہو جاویگا۔ اور گناہ میں ترقی کریگا۔ اسی لئے گنہگاروں کی سزا کے لئے قرآن شریف نے بھی اگلا جہان . . . . رکھا ہے۔ گو یہاں بھی کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ سزا انسان بھگت ہی لیتا ہے۔ مگر تاہم وہ ایسی ہوتی ہے۔ کہ انسان اسکو سزا نہیں سمجھتا۔ اس لئے اصل سزا کے لئے وہی جگہ مقرر کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى أَتٰنَا الْيَقِيْنُ ۔ ترجمہ تمام نفس ساتھ اوسکے جو کمایا انہوں نے گروی ہیں۔ مگر جو لوگ اصحٰب الیمین ہیں۔ وہ جنتوں میں ہونگے۔ اور وہ مجرمیں سے سوال کرینگے

کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے چلایا ہے۔ وہ جواب دینگے۔ کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور نہ ہی ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ہم گپیں مارا کرتے تھے۔ ساتھ گپیں مارنے والوں کے اور ہم جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ یہانتک کہ موت نے ہمکو آن پکڑا۔

پھر دوسری جگہ سورۃ ملک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ. اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ. تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ. قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ. وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ. فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے رب کا کفر کیا۔ انکے لئے عذاب جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جب یہ لوگ اسمیں ڈالے جائینگے۔ تو وہاں چلانا سنینگے اور وہ (جہنم کی آگ) ایسا جوش مارتی ہوگی۔ کہ قریب ہے۔ کہ وہ غصہ سے پھٹ جائے۔ جب اس میں ایک فوج ڈالی جاویگی۔ اس سے اسجگہ کا دربان پوچھیگا کیا تمہارے پاس نذیر (یعنی رسول) نہیں آیا۔ وہ کہینگے۔ ہمارے پاس نذیر آیا۔ مگر ہم نے اسکو جھٹلایا۔ اور ہم نے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی چیز نہیں اتاری بیشک تم بڑی گمراہی میں تھے۔ اور وہ پھر کہینگے۔ کاش کہ ہم سنتے یا عقل رکھتے (یعنی بدیوں سے رکتے) تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرینگے۔ پس دوزخیوں کیلئے ہلاکت اور دوری ہے۔ ان آیتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جب مجرموں اور گنہگاروں کو انکے گناہ کی سزا دیگا تو یہ نہیں کہ ان لوگوں کو اپنے اپنے جرموں سے بالکل بے خبری ہوگی۔ بلکہ ہر ایک آدمی اپنے اپنے گناہ کا اقرار کریگا۔ کہ واقعی ہیں نے یہ گناہ کیا ہے۔ اور

اسکواس کے اعمال دکھائے جاوینگے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ سورۃ کہف میں فرماتا ہے۔ وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۔ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا۔ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ یعنی لوگ صفوں میں تیرے رب کے حضور پیش کئے جاوینگے۔ اور تحقیق وہ اسی طرح آوینگے جس طرح کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کئے گئے تھے۔ بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم تمہارے لئے وعدہ کی جگہ نہیں بنائینگے۔ اور کتاب رکھی جائیگی۔ اور تو مجرموں کو دیکھیگا۔ کہ وہ اس چیز سے ڈرتے ہونگے جو اس کتاب میں ہو گی اور کہینگے۔ اے افسوس یہ کیسی کتاب ہے۔ کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے۔ اور نہ ہی کوئی بڑا گناہ چھوڑا ہے۔ جسکو محفوظ نہ کیا ہو۔ اور جو کچھ کہ انہوں نے کیا ہے۔ اسکو حاضر پائینگے۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کریگا۔

اب صاف ثابت ہو گیا۔ کہ مجرموں کو اپنے بد اعمال کی اطلاع دیجاویگی۔ کہ یہ تمہارے بد اعمال ہیں۔ جنکی وجہ سے تمکو یہ سزا ملنے لگی ہے۔ یہ بدیہی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص کو بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ تمہارا گناہ ہے۔ جسکے بدلہ میں تم پکڑے گئے ہو۔ تو پھر یقیناً اگر اسکو اس سزا کا ڈر ہے۔ تو وہ اس گناہ کو چھوڑ دیگا۔ اور جب اس نے اس گناہ کو چھوڑ دیا۔ تو پھر جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں۔ کہ سزا دینے کا اصلی مقصد اصلاح ہی ہوتی ہے۔ تو جب وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ تو پھر خواہ نخواہ وہ اس سے پاک ہو کر نجات حاصل کریگا۔

مجرم کو ایسی سزا دینی چاہئیے جسکو وہ سزا سمجھے | دوسری شق اسی بات کی یہ ہے۔ کہ انسان واقعی اس سزا کو جو اسے دیجاتی ہے۔ سزا سمجھے۔ اور اگر وہ

اس سزا کو سزا سمجھتا ہی نہیں۔ تو پھر کبھی بھی ممکن نہیں۔ کہ ان گناہوں کو جن کے بدلہ میں وہ سزا دیا جاتا ہے۔ کبھی بھی چھوڑے یہی سبب ہے۔ کہ بعض لوگ قید کے عادی ہو جانیکی وجہ سے باوجودیکہ کئی دفعہ شدید سے شدید قید خانہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جب قید سے نکلتے ہیں۔ فوراً جرائم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے پھر گورنمنٹ کو مجبوراً ایسے آدمیوں کے لئے پھانسی یا عمر قید کا حکم لگانا پڑتا ہے۔

کیا مخلوقات اپنے اپنے جنم کو گذشتہ بداعمالیوں کی سزا سمجھتی ہے

چونکہ آریہ کہتے ہیں۔ کہ تمام دنیا اپنے گذشتہ بداعمالیوں کی سزا میں گرفتار ہوتی ہے اسلئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کیا واقعی وہ مخلوقات جن کی نسبت انکا ایسا گمان ہے اپنے اپنے جنم کو گذشتہ بداعمالیوں کی سزا کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ ہم یہاں جانوروں کے ذکر کو چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ ان کا علم تو کسی کو ہو نہیں سکتا۔ اور صرف انسانوں سے ہی دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا ہر ایک آدمی اپنے آپ کو پچھلے جنم کے گناہوں میں گرفتار سمجھتا ہے۔ بیشک میں یہ تو مان لیتا ہوں۔ کہ ایک ہندو اپنی تعلیم کو نہ جھٹلانے کے لئے اگر کہہ دیوے۔ تو ممکن ہے۔ لیکن اگر اور مذاہب والوں سے پوچھا جاوے۔ تو میرے خیال میں کوئی بھی سلیم الفطرت انسان اس امر کو نہیں مانیگا۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں کیا غریب کیا امیر اور کیا بادشاہ اپنے اپنے خیال میں مست ہیں۔ اور ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے اعلیٰ اور برتر سمجھتا ہے۔ دنیا میں کوئی فقیر اور یا کوئی غریب ایسا نہیں جو یہ سمجھتا ہو۔ کہ میں کسی گذشتہ بداعمالی کی وجہ سے فقیر بنایا گیا ہوں۔ بلکہ ہر ایک قوم اپنی ہی قوم کو دوسری قوموں پر ترجیح دیتی ہے۔ خواہ وہ مرجح علیہ قوم کیسی ہی اس سے اعلیٰ کیوں

نہ ہو　　۔اگر کوئی چوروں کو بھی پوچھے ۔تو وہ بھی یہی کہینگے ۔کہ ہماری ہی قوم سب سے اعلیٰ ہے ۔اور ہم ہی لوگ بہشت کے وارث ہونگے ۔

اب جبکہ اس سزا کا جسکو آریہ لوگ پیش کرتے ہیں ۔یہ حال ہے ۔کہ اس سزا کو سزا سمجھا ہی نہیں جاتا ۔تو پھر کس طرح ممکن ہے ۔کہ لوگ گناہوں کو چھوڑ سکیں ۔اور پاک ہو کر نجات حاصل کر سکیں مگر اس کے بالمقابل قرآن شریف جس سزا کو پیش کرتا ہے ۔وہ ایسی خطرناک ہے ۔کہ لوگوں کے دل سنکر ہی ڈر جاتے ہیں ۔چنانچہ فرماتا ہے ۔يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ (سورۃ المعارج) یعنی اس دن (یعنی جزا سزا کے دن) مجرم چاہینگے کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی　　اپنے بھائی اور اپنا وہ کنبہ جسکے پاس وہ جگہ لیتا تھا ۔اور تمام کچھ جو زمین میں ہے ۔فدیہ میں دیکر اس دن کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑا لیوے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔کہ ہرگز نہیں تحقیق وہ ایک شعلہ والی آگ ہے ۔ادھیڑ دینے والی ہے ۔کھال کو اس شخص کو جس　　نے حق سے منہ اور پیٹھ پھیری اور مال کو جمع کیا ۔اور اسکو بند کر کے رکھا خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا ۔جلاتی ہے ۔دیکھو اب اس آیت سے صاف پتا لگتا ہے کہ اسدن کی سزا ایسی سخت ہوگی ۔کہ مجرم لوگ اس کی برداشت کی تاب نہ لاکر اس سے بچنے کی ہر طرح سے کوشش کرینگے ۔تو اب بتائیے ۔کہ کیا ایسا آدمی گناہوں کو چھوڑ سکتا ہے جسکو سزا ایسی ہیئت ناک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے ۔کہ اس کی تاب نہ لانا اس کیلئے مشکل ہو رہا ہے ۔یا وہ شخص جسکو یہ علم ہی نہیں کہ یہ جو کچھ مجھے ملا ہے ۔وہ ایک سزا ہے ؟ برعکس اسکے

۲ دنیا میں تو ہر ایک انسان

یہی چاہتا ہے - کہ کاش کہ میں اور بھی دنیا میں رہوں - اور عیش و عشرت اسی زندگی بسر کرتا رہوں حالانکہ سزا تو ایسی ہونی چاہیئے جس سے انسان چھوٹنے کی کوشش کرے - نہ یہ کہ وہ کہے کہ ایسی سزا مجھے اور بھی دی جاوے - اور اس سزا میں جتنی دیر اسکو زیادہ رکھا جاوے - اور بھی خوش ہو - پھر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک اور جگہ فرماتا ہے - وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ - یعنی ظالم لوگ اس وقت کو دیکھ لیں - جبدن کہ عذاب دیئے جاوینگے - تو مان لیں کہ واقعی تمام قوت اللہ ہی کیلئے ہے - اور تحقیق اللہ تعالےٰ سخت عذاب دینے والا ہے -

پھر سورۂ فاطر میں دوزخیوں کا ذکر کر کے فرمایا - کہ جب وہ عذاب کو دیکھینگے - تو کہہ اٹھینگے - رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ - یعنی اے ہمارے رب نکال ہم کو اس عذاب سے ہم ان عملوں کو چھوڑ دیں - جو ہم پہلے کیا کرتے تھے - اور نیک عمل بجا لائیں - اب دیکھو کہ کس طرح دوزخی سزا سے ڈر کر اپنی بدعملیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں -

پھر سورۂ الحاقہ میں فرماتا ہے - وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۵ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ - يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ - هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ - خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ - ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ - ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۵ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ - وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ - فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ - وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ - لَا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۵

یعنی جنکو انکے بائیں ہاتھ میں کتاب دیجاویگی۔ وہ کہینگے ہائے افسوس میں اپنی کتاب نہ دیا جاتا۔ اور نہ ہیں جانتا کہ کیا ہے۔ میرا حساب ہائے افسوس موت ہی آجاتی جو بالکل میرا فیصلہ کر دیتی۔ نہ ہی تو میرا مال میرے کام آیا۔ اور نہ ہی میرا غلبہ بلکہ وہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ حکم ہوگا۔ کہ پکڑو اسکو اور اسکو طوق ڈالو۔ اور پھر اسکو جہنم میں داخل کرو۔ پھر ایک زنجیر میں جسکی پیمائش ستر ہاتھ ہے۔ اس کو داخل کرو۔ تحقیق یہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ اور نہ وہ رغبت دلاتا تھا۔ مسکین کے کھانے پر۔ پس آج کے دن اس کے لئے کوئی ساتھی نہیں اور اس کے لئے کوئی کھانا نہیں۔ مگر زخموں کا دھلن جسکو خطاکار لوگوں کے سوا کوئی نہ کھا سکیگا۔

پھر سورۂ قمر میں فرمایا۔ مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ۔ ترجمہ۔ پکارنے والے کو دوڑتے ہوئے کافر کہینگے۔ یہ بڑا سخت دن ہے۔ غرضیکہ اور بہت سی آتیں اسی مضمون کی ہیں۔ جنکو مضمون کے لمبا ہو جانیکی خاطر سے یہاں درج نہیں کیا جاتا۔ جن سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ مجرموں کو جب سزا ملیگی تو وہ اس سزا کو بہت ہی بڑا اور سخت جانینگے۔ اور اس سے بچنے کی ہر طرح سے کوشش کرینگے۔ مگر جب تک کہ ان سے وہ گند (جو گناہوں کی وجہ سے انکے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ اور جس نے کہ ان کو اس پاک جگہ میں داخل ہونے سے روکا ہوا ہے جس جگہ کہ سوائے پاکوں کے اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا) دور نہیں ہو جاویگا۔ تب تک وہ اسی دوزخ میں رہینگے اور جب ان تمام گندوں سے پاک ہو جاوینگے۔ تب خدا تعالے کی رحمت جوش میں آئیگی۔ اور ان لوگوں پر رحم کیا جائیگا۔ اور انکو پھر جنت میں داخل کیا جاوے گا۔ (جیساکہ اس حدیث

سے کھلے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ یَاْتِیْ عَلٰی جَہَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ وَّنَسِیْمُ الصَّبَا تُحَرِّکُ اَبْوَابَھَا۔ یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہیں رہیگا۔ اور (نسیم الصبا اس کے دروازوں کو کھٹ کھٹائیگی) نہ کہ آریوں کے پرمیشر کی طرح۔ اس بیچارے کو پاک کرنے کیلئے ہمیشہ جنم مرن کے چکر میں ڈالے رکھا جس سے کہ وہ کبھی بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ جیساکہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

اگر ہم آریوں کے اعتقاد کو مان بھی لیں کہ کسی زمانہ میں روحیں پاک ہوکر مکتی حاصل کرینگی۔ تو پھر بھی انہیں کچھ نہ کچھ گناہ رہ ہی جاویگا۔ جیساکہ ان کا اعتقاد ہے۔ جسکے سبب سے وہ پھر جنت سے نکالے جاوینگے۔ اور تناسخ کے چکر میں ڈالے جاوینگے۔ غرضیکہ ان کے اعتقاد کے بموجب یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ کہ روحیں کبھی بھی پاک ہو سکیں۔ اور کبھی بھی ان پر رحمت خداوندی جوش مارے۔ اور انکو اس مصیبت سے چھٹکارا ہو۔

جہنم ابدی نہیں ہے

بعض ناوان لوگ اسجگہ یہ اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف دائمی جہنم بتلاتا ہے۔ اس لئے پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ سزا کا اصلی مقصد جو اصلاح ہے۔ اس سے حاصل ہو سکے۔ کیونکہ وہ تو ہمیشہ ہی جہنم میں عذاب اور سزا کو بھگتتے رہینگے۔ اور کبھی بھی اس سے نہیں نکالے جاینگے۔ اور اس پر اس آیت (خالدین فیہا ابداً) کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ لفظ ابد پر ہی غور کرتے تو ان کا یہ سوال حل ہو جاتا۔ ابد کا لفظ ہرگز اسبات پر دال نہیں کہ وہ کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالے جاوینگے۔ بلکہ ابد ایک لمبی مدت کا نام ہے۔ ہم روزمرہ کے محاورہ میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی ایسا زمانہ مراد لینا ہوتا ہے جو بہت ہی

لمبا اور قریباً غیر منقطع ہو۔ تو وہاں لفظ ابد الآباد کا استعمال کرتے ہیں۔ صرف ابد پر ہی کفایت نہیں کی جاتی جس سے کم از کم اتنا تو پتہ لگ گیا۔ کہ ابد کے آگے بھی کوئی مدت ہوتی ہے۔ اس امر کو قرآن شریف نے ایک اور جگہ پر بھی واضح کر دیا ہے۔ فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (سورۃ ہود) یعنی شقی لوگ آگ میں ہونگے اور وہاں وہ لوگ چلائینگے اور چیخیں گے۔ اور وہ لوگ اس میں رہ پڑینگے۔ جب تک آسمان اور زمین رہے۔ مگر یہ کہ خدا چاہے (وہی ہوگا۔ یعنی جب اللہ چاہے گا نکال دیگا۔ کیونکہ) تیرا رب جو ارادہ کرتا ہے۔ وہ کر لیتا ہے۔

یاد رہے۔ کہ دام کا لفظ عربی زبان میں اس مطلب کے ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ کہ اس کے ماقبل کا حکم تب تک جاری رہیگا۔ جب تک کہ اسکی خبر کا ثبوت رہیگا۔ تو اس جگہ صاف پتہ لگ گیا۔ کہ جب تک آسمان اور زمین رہے۔ اتنے وقت تک جہنمی جہنم میں رہینگے۔ اس کے آگے فرمایا ہاں تیرا رب اگر چاہے۔ تو اسکو بڑھا بھی دے۔ یا کم بھی کر دے۔ کیونکہ وہ جو ارادہ کرے کر سکتا ہے۔ کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ اس آیت سے کم از کم اسقدر تو پتہ لگ گیا۔ کہ دوزخیوں کے لئے دوزخ میں رہنے کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ پھر دوسری جگہ سورہ انعام میں دوزخیوں کی نسبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلنَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی آگ تمہارا ٹھکانا ہے۔ رہنے والے ہو تم بیچ اس کے مگر جسقدر تمہارا رب چاہے۔ پھر اس سے بھی بڑھکر سورۃ القارعۃ میں جہنم کی نسبت لفظ اُم کا استعمال کیا ہے۔ فرمایا اُمُّهٗ هَاوِیَةٌ اُم کا لفظ بھی صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ دوزخی جہنم

میں ہمیشہ نہیں رہینگے ۔ کیونکہ ام (ماں) کی گود میں ہمیشہ آدمی نہیں رہتا۔ بلکہ کچھ عرصہ رہ کر جب اسکی وہ کمزوری دور ہوجاتی ہے جسکی وجہ سے اوسکو ماں کی گود میں رہنا پڑا تھا۔ ماں کی گود کو چھوڑ دیتا ہے ۔ اسی طرح جہنم میں رہ کر بھی جب انسان کے گند دور ہو جاوینگے تب وہ اس سے نکالا جائیگا ۔ پھر اُم کا لفظ شفقت اور مہربانی پر دلالت کرتا ہے ۔ چنانچہ اُم کے لفظ سے اشارہ کرنا کہ دوزخیوں کے لئے دوزخ ایک قسم کی شفقت اور مہربانی کا رنگ رکھتی ہوگی ۔ اور وہ شفقت اسی طرح ہوسکتی ہے ۔ کہ ان کو گناہوں سے پاک کر کے پھر جنت میں داخل کیا جاوے ۔ اور تیسرے یہ کہ اگر ماں سے کسی کو دکھ تکلیف پہونچی ہو تو یہ اوسکی نادانی ہے ۔ کہ اسکو ظلم سمجھے ۔ بلکہ اگر وہ اسکو کسی قسم کی تکلیف دیتی ہے ۔ تو اصلاح کے لئے ہی تو دیتی ہے ۔ اسی طرح جہنم میں انسان کو جو تکلیف پہنچیگی وہ بھی اس کے اصلاح اور اس کے گندوں کو دور کرنے کے لئے ہوگی ۔ اگر یہ باتیں نہیں تو پھر جہنم پر اُم کا لفظ کسی طرح صادق نہیں آ سکتا ۔ ام کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے ۔ کہ جہنم انکے لئے ایک مقررہ مدت تک ہوگا ۔ اب اس تمام بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے ۔ کہ گناہوں سے پاک کر کے لوگوں کو نجات دینے کا طریق جو آریہ لوگ پیش کرتے ہیں ۔ وہ کسی طرح بھی صحیح اور درست نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ہر طرح سے مضر ہی ہے ۔ بلکہ گنہگاروں کو آخر میں بخش کر نجات دے دینا ہی ٹھیک ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ ہم نے قرآن شریف سے پیش کیا ہے ۔ کیونکہ وہ لوگ اتنی بڑی سزا کو دیکھکر پھر کبھی بھی جرات نہیں کر سکتے ۔ کہ گناہ کی طرف خیال تک بھی کریں ۔ اس کا مرتکب ہونا تو درکنار رہا ۔ جیسا کہ میں پہلے ثابت بھی کر آیا ہوں ۔ تو پھر کسطرح ممکن ہے ۔ کہ سزا ان کے لئے دائمی ہو ۔ حالانکہ قرآن شریف فرماتا ہے

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورۃ الانعام) یعنی جو نیکی کرتا ہے۔ اسکو دس گنا ثواب ملیگا۔ اور جو بدی کرتا ہے۔ اسکو ایک ہی بدی کے برابر عذاب ملیگا۔ اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا۔ جب بدی کی سزا اسی کی مثل ہے۔ تو پھر صاف پتہ لگ گیا۔ کہ کوئی مقررہ وقت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ نیکی کی جزا بھی دس گنا ہے۔ تو وہ بھی آخر کبھی ختم ہو جاویگی۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اول تو قرآن شریف میں ان کی نسبت غَيْرُ مَجْذُوْذٍ کا لفظ آگیا ہے۔ دوسرے وہ تو وہاں خدا کی یاد میں رہینگے۔ اور ان کی نیکی بڑھتی رہیگی برعکس اس کے کہ مجرم لوگ اپنے گناہوں کو وہاں چھوڑ دینگے۔

اب اگر ہم باوجود ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے آریوں کی اس بات کو مان بھی لیں۔ کہ ان کا پرمیشر واقعی کسی نہ کسی وقت روحوں کو پاک کر دیتا ہے تو یہ ایک سخت غلطی ہوگی۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے۔ کہ ان کا پرمیشر بالغرض اگر وہ روحوں کو پاک کر دے۔ تو پھر اسکو بالکل نکما اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنا پڑیگا۔ کیونکہ وہ خود کوئی روح پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ہر وقت اسی فکر میں رہیگا۔ کہ کہیں تمام روحیں نجات نہ پا جائیں۔ اور وہ ہر وقت یہی پسند کرتا ہوگا۔ کہ لوگ کسی نہ کسی طرح گناہوں میں ہی مبتلا رہیں۔ تاکہ یہ دنیا کا سلسلہ چلتا رہے۔

نیک آریوں کی نجات

اس کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہیں جو لوگ ان کے زعم میں نیک اور متقی اور پرمیشور کے پرستار ہوتے ہیں جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں یہ لوگ دائمی نجات تو کیا کسی عارضی نجات کے بھی قائل نہیں

لیکن اگر ہم فرضی طور پر بھی اسبات کو تسلیم کر لیں۔ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ کچھ عرصہ کے لئے نیک روحوں کو نجات مل جاتی ہے۔ تو اسمیں بھی بڑی بڑی قباحتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ جسطرح وہ شخص جس کے پاس تمام عیش و عشرت کے سامان ہوں۔ اور ہر طرح آرام اور راحت کے اسباب بھی میسر ہوں۔ مگر بایں ہمہ اسکو یہ بھی علم ہو۔ کہ اس پر پھانسی کا حکم لگ چکا ہے۔ اور کل وہ پھانسی دیا جاویگا۔ ان خوش کن چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ اس کا سارا دن مصیبت میں گذریگا۔ اسی طرح آریوں کے عقیدہ کے بموجب کوئی مکتی یافتہ روح خوش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسے معلوم ہے۔ کہ یہ سب آرام و آسائش جو مکتی کرنیکے وجہ سے مجھے ملے ہیں۔ چند روزہ ہیں۔ آخر مجھے پہلے کی طرح تکالیف اٹھانی ہیں۔ دوسری وہ نجات ہی کس کام کی جس کے آخر میں دکھ ہی دکھ ہے۔ تیسرے یہ کہ انسانی فطرت اسبات کو ہرگز پسند نہیں کرتی۔ کہ وہ ایک تھوڑا سا راحت اور آرام پاکر پھر اس سے نکال دیا جاوے۔ دنیا میں جس انسان سے پوچھو وہ یہی کہیگا۔ کہ کوئی ایسی بات ہاتھ لگ جاوے جس سے میں تمام مصیبتوں اور دکھوں سے رہائی پاکر حقیقی آرام کو حاصل کر لوں۔ بلکہ ستیارتھ پرکاش میں تو صاف طور سے لکھا ہے۔ کہ ہر ایک انسان دکھوں سے چھوٹنا چاہتا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۰۴ اور پھر سب سے بڑا دکھ جو بیان کیا جاتا ہے۔ وہ مکتی کا حاصل نہ کرنا ہی ہے۔ جسکا نام یہ لوگ بندھ رکھتے ہیں۔ اور بندھ کے معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ روح کا جسم میں مقید ہونا تو گویا روح کا جسم میں مقید ہونا یہ ایک بڑا دکھ ہے۔ جس سے چھوٹنا انسانی روح کا ایک فطری تقاضا ہے۔ مگر یہ خواہش اس بیچارے کی کبھی بھی پوری نہیں ہوتی۔ (باقی آئندہ انشاءاللہ)

۶۰۸ میاں محمد علی صاحب عہ
۶۴۷ منشی حبیب احمد صاحب عہ
۶۵۲ میاں محمد بخش صاحب عہ
۱۸۸ بابو غلام محمد صاحب عہ
۳۱۶ منشی نواب خان تحصیلدار صاحب عہ
۴۲۰ ڈاکٹر نثار شاہ صاحب عہ
۶۰۳ مولوی محمد علی صاحب عصہ
۳۶۶ بابو عمر الدین صاحب عہ
۵۵۶ منشی شمس الدین صاحب ۲ ٹہ
۶۷۰ میاں بدرالدین قطب الدین صاحبان عہ
۶۱۲ ماسٹر محمد اشرف صاحب عہ
۱۱۸ شیخ محمد یوسف صاحب عہ
۴۲۰ سید محمد شاہ صاحب عہ
۴۸۲ بابو فیض الرحمن صاحب عہ
۳۰۸ میاں احمد الدین صاحب عہ
۲۵۳ میاں خدا بخش صاحب عہ
۴۱۳ عنایت اللہ خانصاحب عہ
۴۴۵ حکیم محمد حسین صاحب عہ
۱۹۷ مولوی غلام حسین صاحب عہ
۱۸۴ ڈاکٹر عباد اللہ صاحب عہ
۳۱ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب عہ

۲۴۰ عبدالرزاق صاحب عہ
۴۲۶ سید ناصر شاہ صاحب عہ
۸۳ بابو عبدالمجید صاحب عہ
۹۹ منشی عبدالعزیز صاحب عہ
۹۰ میر حامد شاہ صاحب عہ
۶۵ منشی سربلند خانصاحب عہ
۵۰ مرزا ولی محمد صاحب عہ
۱۱۷ بابو عبدالرحمن صاحب عہ
۳۱۶ مولوی غلام حسین صاحب عہ
۱۲۸ ڈاکٹر رحیم بخش صاحب عہ
۳۲ محمد علیشاہ صاحب عہ
۱۳۴ چوہدری عبدالحق صاحب عہ
۲۵۴ منشی نعمت خان صاحب عہ
۲۸۶ بابو محمد شفیع صاحب عہ
۱۸۳ مولوی غلام نبی صاحب عہ
۱۷۰ مولوی عزیز بخش صاحب عہ
۱۴۳ میاں عبدالرحمن صاحب عہ
۱۶۷ میاں محمد یوسف صاحب عہ
۴۸۴ مولوی غلام نبی صاحب عہ
۴۲۱ حاجی رحیم بخش صاحب عہ
۲۹۸ مرزا احمد اظفر صاحب عہ

۴۰۰ میاں محمد ابراہیم صاحب عہ
۴۰۱ حافظ سخاوت علی صاحب عصہ
۶۱۱ ڈاکٹر محمد حسین صاحب عہ
۶۴۲ چوہدری نظام الدین صاحب عہ
۶۴۴ چوہدری نصراللہ خانصاحب عہ
۹۳ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب عہ
۶۵۲ مولوی محمد حسن صاحب عہ
۴۴۴ محمد سلطان صاحب عہ
۵۵۵ ماسٹر ہدایت اللہ صاحب عصہ
۵۶۴ شیخ عطاء اللہ صاحب عہ
۴۱۳ ڈاکٹر یعقوب خانصاحب عہ
۵۷۷ میاں نذیر احمد صاحب عصہ
۵۶۷ میاں احمد الدین صاحب عہ
۵۸۱ میاں محمد الدین صاحب عہ
۵۸۲ منشی الہ دتا صاحب عہ
۵۸۶ میاں علی شیر صاحب عصہ
۵۰۲ میاں نبی بخش صاحب عہ
۶۰۵ میاں تاج الدین صاحب عہ
۷۴۴ منشی فتح خان صاحب عہ
۶۵۷ منشی احمد علی صاحب عہ
۶۴۷ میاں فضل کریم صاحب عہ

ڈاکٹر برمن کا بنایا ہوا

TRADEMARK

اصلی عرق کافور

TRADEMARK

انیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہی

ڈاکٹر بید اور حکیموں کی یہ رائے ہے کہ ہیضہ کی یہ اکسیر دوا ہے ہیضہ کے شروع ہوتے ہی عرق کافور پلانے سے یہ اپنا فایدہ دکھلاتا ہے دست وقے تھوڑے ہی دیر میں بند ہو جاتی ہی شکم کی جلن مٹجاتی ہی ہاتھ پیروں میں گرمی آتی ہی۔ اور مریضکو نیند آجاتی ہی کلوڈاین وغیرہ کی قسم ہیضہ کی دوسری دوائیونکے مانند جنمیں افیون ملی ہوئی رہتی ہی۔ اس عرق کافور کا اخیر نتیجہ خراب نہیں ہوتا ہیضہ کو بندکرنیوالی دوا سوائے عرق کافور کے دوسری نہیں ہے۔ کسی مقام میں ہیضہ پھیلا ہو تو روزانہ اسکو دو تین قطرونکا استعمال کرنیسے پھر اس بیماری کے ہونیکا اندیشہ نہیں رہجاتا کیونکہ یہ ہیضہ کی زہر کو بیکام کردیتا ہی وقت پر ہیضہ سی بچنے کیلئے خاص دوا عرق کافور ہی ہی اگر یہ عرق ہیضہ شروع ہوتے ہی دیا جاوے تو سو میں سے نوے آدمیونکی جان بچ جاتی ہی ہیضہ میں یہ ایک خصوصیت ہی کہ وہ پردیس میں راستے چلتے پھرتے میں اکثر ہوتا ہی جسوقت اسکے لئے دوا کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہوتا ہی اس لیئے ہر شخصکو اور خاص کر مسافران کو یہ لازم ہی کہ وہ عرق کافور کی ایک شیشی ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھیں۔

ہیضہ کے سوائے گرمی کے دست پیٹ کے درد۔ اور بدہضمی میں بھی عرق کافور بہت مفید ہوتا ہی۔ نقلی عرقوں سے بچو۔ ڈاکٹر ایس کے۔ برمن کا اصل عرق کافور گول شیشی میں بھرکر جو پہلے کاغذ کے بکس میں بند رہتا ہے۔ اور ان بکسوں پر ٹریڈ مارک چھپا رہتا ہی۔

قیمت فی شیشی چار آنہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک کیواسطے (۵ر)

المشتہر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن ۶۷۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

(باہتمام منشی مظفر الدین اسلامیہ سٹیم پریس میں چھپا)